International Research Journal on Islamic Studies (IRJIS)
ISSN 2664-4959 (Print)
Journal Home Page: https://www.islamicjournals.com/
E-mail: tirjis@gmail.com / info@islamicjournals.com
Published by: "Al-Riaz Quranic Research Centre" Bahawalpur

عصر حاضر کے تناظر میں اسلامی فلاحی ریاست کے اصول ومبادی

1. **Muhammad Sadiq**
Research Scholar
The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan
Email: msadiqiub@gmail.com

To cite this article: Sadiq, Muhammad "عصر حاضر کے تناظر میں اسلامی فلاحی ریاست کے اصول ومبادی"
International Research Journal on Islamic Studies Vol. No. 1, Issue No. 2 (Jan 1, 2020)
Pages (33–46)

Journal	International Research Journal on Islamic Studies Vol. No. 1 || January - June 2020 || P. 33-46
Publisher	Al-Riaz Quranic Research Centre, Bahawalpur
URL:	https://www.islamicjournals.com/1-2-2/
Journal homepage	www.islamicjournals.com
Published online:	01 January 2020

عصر حاضر کے تناظر میں اسلامی فلاحی ریاست کے اصول ومبادی

By Muhammad Sadiq

ABSTRACT

In every age, the state has been a better form of the congregation and an integral part of societies. There has never been a state in human history that has introduced so many social reforms in a short period of time as Madina State did in a short period of time. That is why the state of Madina will remain a role model for all states established until the Day of Judgment. History testifies that as long as Islamic states followed this role model, their contemporary states continued to envy on their social, economic and military position. But unfortunately, the decline of the Muslim Ummah reached the peak by the fall of the Ottoman Empire, the representative state of the Muslims, in the early twentieth century. But before the half-century was over, the Islamic world began to gain independence from colonial powers. By the end of the twentieth century, more than fifty Muslim countries appeared on the geography of the modern world, but their flags were the spokesmen for colors, ethnicity, language, and region except for Pakistan. Political freedom from ideological and intellectual freedom could not be transformed by the Islamic

nation's imperialist powers Rather, the political leadership continued to work on the agenda of the West, causing many social and economic problems for the present Islamic States. The prevailing conditions of the present Islamic countries require that their rulers should re-establish their policies by making Madina state as their role model. The following article presents a golden outline of the welfare state, which will help to make the current Islamic state a welfare state.

Keywords: State, Welfare, Social, Economic Problems, Muslim

1. تعارف

خالق کائنات نے بشمول انسان اپنی تمام مخلوقات کی سرشت میں یہ بات رکھ دی ہے کہ وہ ہم جنس کے ساتھ باہم مل جل کر رہتے ہیں۔ لیکن انسانوں کے معاشرے میں یہ انوکھی انفرادیت ہے کہ وہ ہم جنسوں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ تمام جانداروں سے مل کر ایک معاشرہ تخلیق کرتا ہے۔ چنانچہ انسانی معاشرے میں ہمیں پالتو جانور بھی ملتے ہیں دوسرا یہ کہ انسانوں کے معاشرے میں کچھ اخلاقی ضابطے بھی ملتے ہیں جن کی بنیاد پر وہ دیگر مخلوقات کے بارے میں کچھ مثبت رویے اپناتا ہے۔ یہیں سے انسانی تہذیب وثقافت جنم لیتی ہے۔ اس تہذیب وثقافت کے نتیجے میں پھر وہ معاشرتی ادارے پیدا کرتا ہے جن میں سے ایک ادارہ ریاست بھی ہوتا ہے۔ یہ ریاستیں دو طرح کی ہوتی ہیں۔ ایک انسانوں کے طے کردہ ضابطوں کی روشنی میں ترتیب پانے والی ریاستیں دوسرے خدائی احکام کی بنیاد پر جنم لینے والی ریاستیں۔

انسانوں کی تاریخ میں عاد، ثمود، نمرود اور فرعون کی قائم کردہ ریاستیں اول الذکر زمرے میں آتی ہیں جبکہ حضرت یوسف، حضرت داؤد، حضرت سلیمان علیہم السلام اور آنجناب ﷺ کی تعلیمات پر جنم لینے والی ریاستیں دوسرے زمرے کی ریاستیں شمار ہوتی ہیں۔ اول الذکر ریاستوں کا مقصد انسانی احکام پر مبنی تہذیب وتمدن کا تحفظ جبکہ مسلم ریاستوں کے قیام کا مقصد خدائی احکام پر مبنی تہذیب وثقافت کا تحفظ ہوتا ہے۔ ان دونوں اقسام کی ریاستوں میں سب سے ٹھوس، قابل عمل اور انسانیت کے تحفظ پر مبنی ریاست صرف وہ ریاست تھی جو مدینہ میں نبی آخر الزماں کے ہاتھوں قائم ہو کر چودہ سال تک قائم رہی۔ ان تمام مسلم ریاستوں میں مثالی نمونہ ریاست مدینہ کی ریاست تھی۔ کیونکہ ریاست مدینہ کا قیام ہی ان متفقہ اخلاقی اصولوں کی بناء پر ہوا تھا جو تمام مذاہب کی مشترکہ تعلیمات کی بنیاد ہیں۔ اسی سے مسلم تہذیب وثقافت اور امت مسلمہ کا آغاز ہوا ہے۔ انسانی تاریخ کی مدون تاریخ میں ریاست مدینہ کے علاوہ کسی ایسی ریاست کا وجود نہیں ملتا کہ جس نے آٹھ سال کے قلیل عرصے میں اصلاحات کی اتنی بے مثال نظیر چھوڑی ہو جس نے قیامت تک آنے والی ریاستوں کو اپنی تقلید کے ذریعے کامیابی کی ضمانت فراہم کی ہو۔

اقتدار کے ایوانوں میں اس مثالی نمونہ کی تقلید سے روگردانی کی بناء پر انسانیت آج شدید کشمکش کی حالت میں ہے۔ عصر حاضر میں مسلمان ممالک بے شمار قدرتی وسائل سے مالا مال ہونے کے باوجود دنیا کے پسماندہ ملکوں میں شمار کیے جانے کے علاوہ بے شمار مسائل کا شکار ہیں۔ موجودہ دور کے پیش آمدہ بے شمار مسائل، مسلمانوں کا اجتماعی ضمیر اور قومی حمیت وغیرت اس بات کے متقاضی ہیں کہ مسلم ریاستیں اپنے مستقبل کی نقشہ کشی ریاست مدینہ کی طرز پر اسلامی تہذیبی روایات کی روشنی میں کرتے ہوئے اپنی ریاستوں کو اسلامی فلاحی ریاستیں بنائیں۔

2. ریاست کا مفہوم

ریاست کا لفظ اردو اور عربی دونوں زبانوں میں مستعمل ہے۔ اردو لغت میں اس کے معنی امیری، امارت، سرداری اور حکومت کے بیان کیے گئے ہیں۔[1] خلیل بن احمد فراہیدی (م۔175ھ) عربی لغت میں رقمطراز ہیں کہ "ہر چیز کی بلندی اس کا راس ہوتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ میں ان کا سردار ہوں، میں ان پر سرداری کرتا ہوں، انہوں نے مجھے اپنا سردار بنالیا ہے۔"[2] بقول پروفیسر خورشید احمد ریاست وہ ہئیت اجتماعی ہے جس کے ذریعے سے ایک ملک کے باشندے ایک باقاعدہ حکومت

---

1 فیروزالدین، مولوی، فیروزاللغات، ص666، فیروز سنز لاہور، پاکستان، 1975ء

2 فراہیدی، خلیل بن احمد، کتاب العین، ص636، مطبع باقری، ایران، 1414ھ

کی شکل میں اپنا اجتماعی نظام قائم کر کے اسے قوت قاہرہ کا امین قرار دے دیں۔[3] لہذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ سیاسی تنظیم جس میں چار عناصر علاقہ، آبادی، حکومت اور اقتدار اعلیٰ پائے جائیں ریاست کہلاتی ہے۔

2.1. اسلامی ریاست

ایسی ریاست جہاں اجتماعی معاملات میں اسلامی احکام و قوانین کا عملاً نفاذ ہو اور عوام اس دستور و قانون کے عملی طور پر پابند ہوں اسلامی ریاست کہلاتی ہے۔ اسلامی ریاست کا مقصد تمام افراد کو شرعی احکام کا پابند بنانا اور ان کی معاشی و معاشرتی بہبود کا تحفظ ہوتا ہے۔ اسلامی ریاست کے مقاصد کے بارے میں ابن خلدون (م۔۸۰۸ھ) نے لکھا ہے،

الرياسة والملك هي كفالة الخلق وخلافة ا للة فى العباد وتنفيذ احكا مه فيهم [4]

"ریاست کا مقصد عوام کی (معاشی، اخلاقی و تہذیبی) کفالت، خلافت الٰہی کا قیام اور اللہ کے احکام کو ان میں نافذ کرنا ہوتا ہے"

2.2. ریاست کی تاریخ

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ [5]

قرآن حکیم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی دنیا میں ریاست کے قیام کا تعارف انبیاء کرامؑ نے کرایا ہے۔ چونکہ انبیاء کرامؑ اللہ تعالی کے برگزیدہ بندے ہوتے ہیں لہذا نیابت الٰہی کا اہل ان سے بڑھ کر کوئی نہ ہو سکتا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے خلافت کی ابتداء حضرت آدمؑ سے فرمائی اور اس سے یہ بھی واضح فرمادیا کہ انسان خود قانون ساز نہیں بلکہ قانون الٰہی کو نافذ کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق بنی اسرائیل کے انبیاء سیاسی قیادت بھی فرماتے تھے۔ ایک نبی فوت ہوتا تو دوسرا نبی اس کی جگہ قیادت سنبھال لیتا تھا۔[6]

کلام الٰہی نے قرآنی آیات میں طالوت کی حکومت، حضرت یوسفؑ، حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے دور اقتدار کا ذکر کر کے اللہ تعالی کی زمین پر اس کی حاکمیت قائم کرنے کی اعلیٰ مثالیں پیش کی ہیں۔ قرآن کریم نے ماضی کی غیر مسلم ریاستوں میں سے نمرود، فرعون اور ملکہ بلقیس کی حکومتوں کا ذکر کرنے کے ساتھ ان کے نظام حکومت کی خرابیوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ ماضی کی ان ریاستوں کے مطالعے سے ان کی جو خصوصیات سامنے آتی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

2.3. اسلامی فلاحی ریاست کی خصوصیات

- قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ [7] یعنی اسلامی فلاحی ریاست میں حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہوتی ہے۔
- وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ [8] یعنی اسلامی فلاحی ریاست میں اقتدار شخصی یا خاندانی ہونے کی بجائے مشاورت پر مبنی ہوتا ہے۔
- يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ [9] یعنی اسلامی فلاحی ریاست میں معاشرتی تقسیم کی نفی کر کے مساوات کی پالیسی اختیار کی جاتی ہے۔

---

[3] خورشید احمد، پروفیسر، اسلامی نظریہ حیات، ص466، شعبہ تصنیف و تالیف، جامعہ کراچی، س۔ن

[4] ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، ص ۱۱۳، طبع بیروت

[5] (القرآن 30:2)

[6] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح البخاری، باب ماذکر عن بنی اسرائیل، حدیث:672

[7] (القرآن 26:3)

[8] (القرآن 38:42)

- وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ [10] یعنی اسلامی فلاحی ریاست میں کسی کو دوسروں کے معاشی استحصال کی اجازت حاصل نہیں ہوتی۔

2.4. غیر اسلامی ریاست کی خصوصیات

- وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ إِلَيْنَا لَا يُرْجَعُونَ [11] یعنی غیر اسلامی ریاست میں خدا کے اقتدار اعلیٰ کی نفی کی جاتی ہے۔
- غیر اسلامی ریاست میں دوسروں کے معاشی استحصال کی اجازت ہوتی ہے۔ جس کی واضح مثال سودی نظام کی مضبوطی اور وسعت ہے۔[12]
- وَأَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهُ وَمَا هَدَى [13] یعنی غیر اسلامی ریاست میں اخلاقیات کو مد نظر نہیں رکھا جاتا۔
- إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ [14] یعنی غیر اسلامی ریاست میں اپنے اقتدار کی مضبوطی کے لیے انسانوں کو گروہوں اور جماعتوں میں بانٹ دیا جاتا ہے۔

3. اسلامی فلاحی ریاست مدینہ کا تعارف

قیام ریاست کے سلسلے میں یہ بات ذہنوں میں رہنی چاہیے کہ منصب رسالت کی ذمہ داریوں میں اہم ترین ذمہ داری ایک ایسے معاشرے کا قیام بھی ہوتا ہے جس کا ہر جز اور پہلو الہامی تعلیمات کے نتیجے ترتیب ہوتا ہے۔ حضرت یوسفؑ کا معاشرہ، حضرت داوٗدؑ و سلیمانؑ کا معاشرہ، اور آنجناب ﷺ کے دست مبارک سے قائم ہونے والا مدنی معاشرہ اسی منصب کے تقاضوں کی تعمیل کا نتیجہ تھا جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی تین مقامات پر کیا گیا ہے۔[15] اس طرح یہ مدنی معاشرہ ذوق حکمرانی کی تکمیل کی خواہش پر وجود میں نہیں لایا گیا تھا بلکہ یہ خدا کے احکام کی تعمیل اور تکمیل کا نتیجہ تھا۔

مدینہ منورہ سرزمین عرب میں مکہ مکرمہ کے شمال میں 455 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ شہر مکہ مکرمہ اور شام کے وسط میں اور سطح سمندر سے 619 میٹر کی بلندی پر واقع ہے۔ اس شہر کا پرانا نام یثرب تھا۔ بالاتفاق تمام مورخین یثرب حضرت نوحؑ کی اولاد میں سے ایک شخص کا نام تھا جس نے (1600 ق۔م اور 2200 ق۔م کے درمیانی زمانے میں) اس شہر کی بنیاد رکھی۔[16] اسی کے نام پر اس شہر کا نام یثرب مشہور ہو گیا۔ یثرب میں بسنے والے ابتدائی تین قبیلے عمالیق، یہودی اور اوس و خزرج نمایاں تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنی تشریف آوری کے بعد اس کا نام یثرب سے تبدیل کر کے "المدینہ" رکھ دیا۔[17]

سیدنا ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم قرار دے کر اہل مکہ کے لیے دعا فرمائی تھی۔ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ [18] جبکہ آپ ﷺ نے مدینہ کو حرم قرار دیا اور اہل مدینہ کے لیے دعا فرمائی حتیٰ کی مدینہ کے مد اور صاع (غلہ ناپنے کے پیمانے) کے لیے بھی دعا

---

9 (القرآن 13:49)

10 (188:2)

11 (القرآن 38:28)

12 کتاب مقدس، نیا اور پرانا عہد نامہ، میکاہ، 6: 10،11

13 (القرآن 79:20)

14 (القرآن 4:28)

15 القرآن، الفتح 28:48، الصف 9:61، التوبہ 33:9

16 ندوی، سید سلیمان، علامہ، ارض القرآن، ج 1، ص 82، اردو بازار لاہور، 2009، دارالاشاعت کراچی، س،ن

17 عبدالمعبود، محمد، تاریخ مدینہ منورہ، ص 27، مکتبہ رحمانیہ لاہور، س،ن

18 (القرآن 35:14)

فرمائی۔[19] مدینہ منورہ کی دو فضیلتیں ایسی ہیں کہ کوئی فضیلت ان کی برابری نہیں کر سکتی۔ایک یہ کہ اس میں حضوراکرم ﷺ کا روضہ مبارک ہے اور دوسری یہ کہ آپ ﷺ کی مقدس مسجد (مسجد نبوی ﷺ) بھی اسی شہر میں ہے۔

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں آپ ﷺ نے جو اولین اسلامی ریاست قائم فرمائی اسے ہم ریاست مدینہ یا پیغمبرانہ ریاست بھی کہہ سکتے ہیں جس کی چوڑائی اولاً دس مربع میل اور لمبائی پندرہ مربع میل تھی۔دس سال کے بعد جب آپ ﷺ کی وفات ہوئی تو یہی شہر ایک ایسی ریاست کا پایہ تخت بن چکا تھا جو دس لاکھ مربع میل کے رقبہ پر محیط تھی۔گویا روزانہ اوسطاً پونے تین سو کلومیٹر کا رقبہ مسلسل اسلامی مملکت میں بڑھتا گیا۔[20]

4. پہلی اسلامی ریاست مدینہ اور عصر حاضر کی ریاستوں کے بنیادی خدوخال

ریاست مدینہ تاریخ کی پہلی ریاست ہے جو تحریری دستور کی بنیاد پر وجود میں آئی اور اسی دستور کی بنیاد پر رسول اللہ ﷺ اس ریاست کے حکمران مقرر ہوئے۔اس معاہدہ کی دفعات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی ایسے مدبّر اور ماہر قانون کا تیار شدہ ہے جو حالات کی جزئیات تک سے کلی طور پر واقف ہو۔ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ نے بجاطور پر اسے دنیا کا سب سے پہلا فلاحی ریاست کا تحریری دستور قرار دیا ہے۔[21]

اسلام سے قبل کے معاشروں کی بنیاد قومیت پر ہوتی تھی۔قومیت کی بنیاد نسل،علاقہ اور زبان پر قائم تھی۔ماضی کی تمام ریاستیں ہوں یا آج کی موجودہ یورپی ریاستیں، یہ سب قومیت کے اسی تصور پر قائم تھیں یا ہیں۔اس کا بڑا نقصان دہ پہلو یہ تھا کہ ہر قوم اپنی قومیت کی برتری کی بنیاد پر وجود رکھتی تھی اور دیگر اقوام کو اپنے سے کمتر اور فروتر سمجھتی تھیں یعنی اسلام سے قبل مصری تہذیب ہو یا عراقی، یونانی تہذیب ہو یا پھر رومی اور ایرانی معاشرہ ہو یہ سب قومیت کہ اسی تصور پر قائم تھے۔اس دور سے آج تک یورپ میں بھی یہی تصور قائم ہے۔یورپ کی ابتدائی تاریخ میں وہ لوگ جن کے بال سفید اور آنکھیں نیلی ہوتی تھیں وہ برتر سمجھے جاتے تھے۔اس برتری کے تصور کو یونانیوں نے بھی آگے بڑھایا چنانچہ الیگزینڈر گریٹ کے استاد ارسطو نے بھی یہی تصور اپنے اس شاگرد کے ذہن میں بٹھایا کہ ہم بحیثیت قوم باقی تمام اقوام سے برتر ہیں۔چنانچہ ارسطو نے اپنی مشہور کتاب السیاسیہ کے صفحہ نمبر ۲۱۷ پر لکھا ہے کہ اہل یونان سردار ہیں اور باقی سب انکے غلام، کسی یونانی کو غلام نہیں بنایا جا سکتا۔یہی تصور یورپ میں جرمنی کے ہٹلر نے اپنایا اس کی پسندیدہ کتاب "The Passing of Great Races" جو Madison Grassier کی تحریر ہے تھی جس کی بنیاد پر اس نے جرمن قوم کی برتری کا نعرہ لگایا۔ابھی حال ہی میں نیوزی لینڈ میں ایک مسجد پر حملے کہ نتیجے میں پچاس سے زیادہ مسلمان شہید کرنے والے حملہ آور کی پسندیدہ کتاب یہی تھی اور وہ بھی سفید فام لوگوں کی برتری اور باقی لوگوں کی کمتری کا دعویدار رہے۔اس طرح ہندو معاشرے میں دیکھیں آریاؤں نے اپنی برتری بھی اسی بناء پر قائم کی تھی۔خود برہمن بن بیٹھے اور مقامی آبادی کو شودر یعنی دلت قرار دیا۔ہندو معاشرے کی یہ مقبولیت ابھی تک باقی ہے۔ان تفصیلات کا مقصد یہ بتانا ہے کہ کہ نسل کی بنیاد پر قومیت کا تصور انسانی معاشروں کی خصوصیت رہا ہے اور انسانی معاشرے کے اخلاقی و معاشرتی ارتقاء میں رکاوٹ بھی بنتا ہے۔اسی تصور نے انسانوں کے ہاتھوں کروڑوں انسان مروائے ہیں۔ آنجناب ﷺ کا دور عالمگیریت پر مبنی معاشرے کے ارتقاء کا دور اوّلین تھا ۔آنے والے دور میں قومیت کے یہ تصوّرات انسانیت کے خاتمے کا باعث بن سکتے تھے۔اس انسانیت کش صورتحال سے بچنے کے لیے ضروری تھا کہ انسانوں کو بلاتفریق قوم وملک مل جل کر رہنے کا درس دیا جائے۔یہ ضرورت مدینے کی ریاست کی شکل میں پوری ہوئی۔ریاست مدینہ تاریخ انسانی کی پہلی ریاست تھی جو کثیر المذہبی، کثیر القومی اور کثیر اللسانی معاشرے پر مشتمل تھی۔مختلف المذاہب قبائل و جماعت کو ایک نظام کے تحت انسانیت کے بہترین مقاصد کے لئے متحد کرنے کی یہ ایک ایسی دستاویز ہے جس کی نظیر ناپید ہے۔ہر گروہ کے تمام جائز حقوق کی حفاظت کے ساتھ سب کو اجتماعی امن وترقی کی راہ پر لگا دینے کا کا کوئی نقشہ اس سے بہتر نہیں ہو سکتا۔آج بھی اقوام عالم ایسے نظام کے تحت متحد ہو کر عالمی امن کے خواب کی تکمیل کے لئے مؤثر ترین کوشش کر سکتی ہیں۔میثاق مدینہ صرف

---

[19] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، حدیث1889

[20] حمید اللہ، محمد، ڈاکٹر، عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی، ص244، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی، 1987

[21] محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، مقالاتِ حمید اللہ، مرتبہ زیبا افتخار، قرطاس، 2004ء، ص76

ریاست مدینہ کی تاسیس کے لئے ہی اہمیت کا حامل نہیں تھا بلکہ اس میں آئندہ آنے والے تمام مسلمان حکمرانوں کے لئے بھی رہنما اصول مہیا کئے گئے ہیں۔ موجودہ دور میں تحریری دستور کی جو خصوصیات ہوتی ہیں وہ سب اس معاہدہ میں موجود ہیں لہذا اس کے نتیجے میں ایک آئینی ریاست وجود میں آئی۔ جدید علم سیاسیات میں آئینی ریاست ایسی ریاست ہے جو قانون کی حکمرانی کے تصور پر قائم ہو۔ ریاست مدینہ دنیا کی وہ اولین ریاست تھی جس میں قانون سب کے لیے یکساں تھا۔ ریاست مدینہ کی تشکیل و تاسیس تک تو کسی ریاست نے اس بات کا دعوی بھی نہیں کیا تھا کہ اس کے ہاں سب برابر ہیں لیکن اس کے بعد آج کی ریاستوں میں کاغذی دعوے تو کیے جاتے ہیں لیکن قانون سب کے لیے یکساں کا رواج عملاً کہیں بھی موجود نہیں ہے۔ عیسائی راہبات کے لیے سکارف کی اجازت ہے جبکہ مسلمان خواتین کے لیے اس قانون میں کوئی گنجائش نہیں۔ مملکت پاکستان کے دستور میں تو ریاست مدینہ کے دستور کی جھلک موجود ہے لیکن جس طرح دستور مدینہ نے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت عملاً قائم کر کے سیاسی و سماجی نظام کو اس کے تابع کیا، دستور پاکستان ایسا کرنے میں ناکام ہے۔

5. ایک اسلامی فلاحی مملکت کے اصول (ریاست مدینہ اور عصر حاضر کے تناظر میں)

ذیل میں ایک اسلامی فلاحی ریاست کے قیام اور استحکام کے لیے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں سنہری اصول پیش کیے جاتے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر موجودہ انسانی معاشروں کو امن کا گہوارہ بنایا جا سکتا ہے۔

5.1. قرآن و حدیث کے اصولوں پر مبنی شورائی نظام

موجودہ دور میں جمہوریت کے نام پر اکثریت کی بات کو تسلیم کرنے کا رواج پیدا ہوا ہے جبکہ بانی ریاست مدینہ نے تاریخ انسانی میں سب سے پہلے اپنی رائے کی قربانی دے کر اپنے صحابہ کی رائے کو فوقیت دی۔ جبکہ یہ وہ دور تھا جب دنیائے انسانیت میں سرداری و بادشاہی نظام کا دور دورہ تھا، اور حکمران سے اختلاف تو بڑی دور کی بات تھی، اس کے سامنے بولنا بھی جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ ریاست مدینہ کا وجود آزادی رائے کا مجسم نمونہ تھا جس میں معاشرے کے ہر طبقے کو اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے مکمل مواقع میسر تھے اور ان پر کسی طرح کی کوئی پابندی عائد نہ تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کوئی غیر جمہوری فیصلہ صادر نہیں فرمایا۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اصول و ضوابط دے دیئے ہیں، اب انسانوں کی ذمہ داری ہے کہ ہر دور کے تقاضوں کے مطابق قرآن و حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے نظام وضع کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ۔[22]

"پس اللہ کی کیسی رحمت ہے کہ آپ ان کے لئے نرم طبع ہیں، اور اگر آپ تُندخُو اور سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے گرد سے چھٹ کر بھاگ جاتے، سو آپ ان سے درگزر فرمایا کریں اور ان کے لئے بخشش مانگا کریں اور اہم معاملات اور کاموں میں ان سے مشورہ کیا کریں۔"

اس سلسلے میں ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ[23].

"اور جو لوگ اپنے رب کا فرمان قبول کرتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور اُن کا فیصلہ باہمی مشورہ سے ہوتا ہے اور اس مال میں سے جو ہم نے انہیں عطا کیا ہے خرچ کرتے ہیں"۔

---

22 القرآن(3 : 159)

23 االقرآن (42 : 38)

معاشرتی اصلاح کے لئے ریاست کے بنیادی ڈھانچہ کی اصلاح ناگزیر ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تنفیذ اور مقاصد شریعت کا حصول ایک مستحکم اور صالح ریاست کے قیام سے ہی ممکن ہے۔ مستحکم ریاست کے قیام وبقاء کے لیے ضروری ہے کہ حکمران حدوداللہ کو قائم رکھیں، محکومین اطاعت کریں اور اجتماعی معاملات باہمی مشاورت سے طے کریں۔ چنانچہ جن امور میں وحی کے ذریعے رہنمائی نہ کر دی جاتی تو ان میں رسول اللہ ﷺ مسلمانوں سے مشورہ کرتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا كَانَ أُمَرَاؤُكُمْ خِيَارَكُمْ،وَأَغْنِيَاؤُكُمْ سُمَحَاءَكُمْ،وَأُمُورُكُمْ شُورَى بَيْنَكُمْ فَظَهْرُالأَرْضِ خَيْرٌلَكُمْ مِنْ بَطْنِهَا، وَإِذَا كَانَ أُمَرَاؤُكُمْ شِرَارَكُمْ وَأَغْنِيَاؤُكُمْ بُخَلَاءَكُمْ،وَأُمُورُكُمْ إِلَى نِسَائِكُمْ فَبَطْنُ الأَرْضِ خَيْرٌلَكُمْ مِنْ ظَهْرِهَا۔ [24]

"جب تمہارے حاکم تم میں سے بہترین لوگ ہوں، تمہارے مال دار سخی ہوں اور تمہارے معاملات باہم مشاورت سے طے ہوں تو تمہارے لیے زمین کی پیٹھ اس کے پیٹ سے بہتر ہے، اور اگر تمہارے حاکم برے ہوں تمہارے مال دار بخیل ہوں اور معاملات عورتوں کے سپرد کر دیئے جائیں تو تمہارے لیے زمین کا پیٹ اس کی پیٹھ سے بہتر ہے"۔

شورائی نظام کے قیام کی تمام کاوشیں اسی صورت میں بارآور ثابت ہو سکتی ہیں جب کوئی منظم حکومت اس جدوجہد کی پشت پناہی کے لئے موجود ہو۔ حقوق و فرائض کا نفاذ صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب ریاست کی قوت بھی خدا کے احکام کے تابع ہو اور زندگی کے تمام امور شریعت کی روشنی میں طے پائیں۔ حکومت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مکمل اطاعت کرتے ہوئے اس پورے عمل کی نگران و محافظ ہو۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے دین وسیاست کی دوئی کے تصور کو ختم کرتے ہوئے فرمایا کہ:

الإسلام والسلطان أخوان توأمان لا يصلح واحد منهما إلا بصاحبه فالإسلام أس والسلطان حارس وما لا أس له يهدم وما لا حارس له ضائع۔ [25]

"اسلام اور حکومت دو جڑواں بھائی ہیں۔ دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کے بغیر درست نہیں ہو سکتا۔ اسلام کی مثال عمارت اور حکومت کی نگہبان کی ہے جس عمارت کی بنیاد نہ ہو وہ گر جاتی ہے اور جس کا نگہبان نہ ہو وہ لوٹ لیا جاتا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے قرآن حکیم کے اصولوں پر مبنی شورائی نظام وضع کر کے اس پر ایک مستحکم ریاست کی بنیاد رکھی۔ دستور پاکستان میں بھی قرآن وحدیث پر مبنی شورائی نظام کی ضمانت مہیا کی گئی ہے۔ ضرورت اس امر کی کہ حکمران اخلاص نیت کے ساتھ دو قومی نظریئے کا تحفظ کرتے ہوئے ملک میں جمہوری اقدار کو فروغ دیں اور ایسا نظام وضع کریں جس میں حاکم ومحکوم کی عزت وناموس، جان ومال کا تحفظ ہو اور تمام تر ضروریات زندگی سب کو باآسانی دستیاب ہوں۔

5.2. انتظامی عہدوں پر باصلاحیت افراد تعینات کرنے کا اصول

اسلامی ریاست کا ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ اس میں حکومتی وانتظامی امور کے تمام عہدے اور مناصب پر اہل، باصلاحیت اور امانت دار افراد کا تقرر کیا جاناچاہیئے۔ حکومتی اختیارات اور اموال اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی امانت ہیں جنہیں خدا ترس، ایماندار اور عادل لوگوں کے سپرد کیا جاناچاہیئے اور اس امانت میں کسی شخص کو من مانے طریقے پر، یا نفسانی اغراض کے لئے تصرف کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ جب کسی منصب پر کسی نااہل کا تقرر ہوتا ہے تو معاشرہ میں بدامنی، ظلم وزیادتی اور بے چینی کا ظہور میں آنا لازمی امر ہے۔ منظم ومستحکم حکومت ہی عوام الناس میں نظم وضبط پیدا کر سکتی ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ انتظامی عہدوں پر قابل، اہل، ایماندار اور باصلاحیت افراد کا انتخاب اور تقرر عمل میں لاکر قوانین کی عملی تنفیذ کی راہ ہموار کی جائے۔ حدیث مبارکہ ہے کہ:

فَإِذَاضُيِّعَتِ الأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ.قَالَ كَيْفَ إِضَاعَتُهَا؟قَالَ إِذَاوُسِّدَالأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ [26]

"جب امانت ضائع کر دی جائے تو پھر قیامت کا انتظار کرو، دریافت کیا گیا کہ امانت کیسے ضائع ہو گی، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی منصب کسی نااہل کے سپرد کر دیا جائے تو پھر قیامت کا انتظار کرو۔"

---

24 جامع الترمذی، کتاب الفتن عن رسول اللہ ﷺ، باب 78 متی یکون ظہر الارض، رقم الحدیث 2666

25 السیوطی، عبدالرحمٰن بن أبی بکر، جلال الدین، جامع الاحادیث، الہمزۃ مع الیاء، رقم الحدیث 1056

26 البخاري، صحيح البخاری ،كِتَابُ العِلْمِ ،بَابُ مَنْ سُئِلَ عِلْمًا وَهُوَ مُشْتَغِلٌ فِي حَدِيثِهِ،رقم الحديث 59

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو عام مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سپرد کی گئی ہو پھر اس نے کوئی عہدہ کسی شخص کو محض دوستی و تعلق کی بنیاد پر بغیر اہلیت کے دے دیا تو اس پر اللہ کی لعنت ہے، نہ اس کا فرض قبول ہے اور نہ نفل یہاں تک کہ وہ جہنم میں داخل ہو جائے۔[27] بعض روایات میں ہے کہ جس شخص نے کوئی عہدہ کسی شخص کے سپرد کیا حالانکہ اس کے علم میں تھا کہ دوسرا آدمی اس عہدہ کے لئے اس سے زیادہ قابل اور اہل ہے تو اس نے اللہ ،اس کے رسول ﷺ اور سب مسلمانوں سے خیانت کی۔[28] قرابت داری کی وجہ سے عہدے تقسیم کئے جاتے ہیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نااہل اور نا قابل لوگ عہدوں پر قابض ہو کر خلق خدا کو پریشان کرتے ہیں اور نظامِ حکومت برباد ہو جاتا ہے۔ بالخصوص ایسے ریاستی مناصب جن سے عوام کے حقوق وابستہ ہیں اور جن کے اختیار میں قوم کی دولت ہوتی ہے یا جن کے پاس قومی راز اور سلامتی و دفاع کے معاملات ہیں، تمام مناصب اہل اور امین افراد کو تفویض کئے جانے چاہئیں۔ اسی خدشہ کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب قوم کی قیادت اور اختیارات نااہل لوگوں کو تفویض کر دیئے جائیں، جب شاہینوں کا نشیمن زاغوں کے تصرف میں چلا جائے تو قیامت کا انتظار کرو، نااہل اور بددیانت عمال لوگوں پر وقت سے پہلے ہی قیامت ڈھا دیں گے۔

5.3. حکومتی قوانین کا احترام اور اجتماعی نظم وضبط برقرار رکھنے کا اصول

معاشرہ کی فکری اور اعتقادی بنیاد اور معاشرے میں انجام دیئے جانے والے کاموں میں باہمی تعلق کی مضبوطی معاشرتی نظم وضبط کی دلیل ہے بصورت دیگر یہ بدنظمی کی خطرناک صورت ہے۔ گویا یہ ایک طرح کے دوغلے پن اور نفاق کو وجود میں لانے کا باعث بنتا ہے جو بذات خود بہت خطرناک بات ہے۔ اسلام کا نعرہ لگانا اور بار بار اس کی تکرار کرنا جبکہ عمل میں اسلامی قوانین کا خیال نہ رکھنا، انسانی حقوق کو اپنے منشور کا بنیادی اور اساسی رکن قرار دینا جبکہ عمل میں حقوق بشر کی دھجیاں اڑانا، آزادی کے نعرے لگانا جبکہ عملاً دوسروں کی آزادی کو ملحوظ خاطر نہ رکھنا، قانون اور قانون کے مطیع و فرمانبردار ہونے جیسے مقدس ناموں سے اپنی شان بڑھانا اور عملاً خود کو قانون سے مافوق شمار کرنا بے نظمی کے واضح مصداق ہیں۔ حکومتی عہدیدار جو اصول و قوانین وضع کرنا یا ان کا نفاذ چاہتے ہیں انہیں چاہیئے کہ وہ سب سے زیادہ ان قوانین کے پابند ہوں تاکہ ان کو دیکھتے ہوئے عوام الناس بھی قوانین کا احترام اور اجتماعی نظم وضبط کا خیال رکھیں۔

سیّدنا صدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طرز عمل میں نظم وضبط قائم رکھنے کی ایک مثال ایسی بھی ہے جس کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ عالم قاصر ہے۔ جیش اسامہ کی روانگی کے وقت فوج کے سپہ سالار نوعمر سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ تھے جنہیں خود رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات سے چند روز قبل مقرّر کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد جب سیّدنا ابو بکر صدّیق خلیفہ مقرّر ہوئے تو ان کو بھی حضرت اسامہ کی جگہ کسی تجربہ کار شخص کو امیر بنانے کا مشورہ دیا گیا۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ جس شخص کو رسول اللہ ﷺ نے مقرّر کیا ہو میں اسے ہٹا دوں۔ حکومتی پالیسیوں کا تسلسل معاشرتی نظم وضبط کی بنیاد ہے، نئے آنے والوں کے لیے لازم ہے کہ ماقبل انتظامیہ کی پالیسیوں اور فیصلوں کا مکمّل احترام کیا جائے۔

سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالتے ہی سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو روانگی کا حکم دیا۔ روانگی کے وقت سپہ سالار گھوڑے پر سوار تھے اور خلیفۃ الرّسول پیدل ساتھ چل رہے تھے، سیدنا اسامہ کو حیا آئی اور کہنے لگے کہ آپ بھی گھوڑے پر سوار ہو جائیں یا پھر مجھے گھوڑے سے اتر کر پیدل چلنے کی اجازت دیں، فرمایا نہ میں گھوڑے پر سوار ہوں گا نہ تم اپنی سواری سے اترو گے۔ سیدنا اسامہ اسلامی لشکر کے سپہ سالار تھے اور حاکم وقت جو عزّت انہیں دے رہے تھے وہ اسامہ کو نہیں لشکرِ اسلام کو دے رہے تھے۔

سبق یہ ملا کہ منتظم چاہے کوئی بھی ہو اس کی عزّت ضروری ہے۔ سیّدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ لشکر کے ساتھ کچھ فاصلے تک چلے تاکہ سب لوگ یہ منظر دیکھ لیں۔ جب آبادی کی حدود ختم ہو گئیں تو رخصت کرتے ہوئے سیّدنا اسامہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمہارے لشکر میں عمر رضی اللہ عنہ بھی ہیں، اگر مناسب سمجھو تو انہیں میرے پاس چھوڑ دو تاکہ امور مملکت میں میرا ہاتھ بٹا سکیں۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ جب کسی شخص کو ذمّہ داریاں اور اختیارات تفویض کر دیے جائیں تو پھر

---

[27] محمد بن محمد بن سليمان ،جمع الفوائد من جامع الأصول ومجمع الزَّوائِد ، طاعة الإمام ولزوم الجماعة ، رقم الحديث6058، مكتبة ابن كثير، الكويت ،الطبعة: الأولى، 1418 ھ/ 1998 م ،461/2.

[28] ابن كثير ،أبو الفداء إسماعيل بن عمر،مسند أمير المؤمنين أبى حفص عمر بن الخطاب ؓوأقواله على أبواب العلم،كتاب الامارة ،دار الوفاء ،المنصورة،الطبعة: الأولى، 1411ھ/ 1991م ،537/2.

اس کے کاموں میں براہِ راست مداخلت نہ کی جائے۔ سیّدنا اسامہ نے بخوشی سیّدنا عمر کو مدینے میں چھوڑ جانا قبول کیا، آپ رضی اللہ عنہ لشکر لے کر گئے اور کامیاب و کامران لوٹے۔[29] مذکورہ واقعہ سے مندرجہ ذیل نکات اخذ کئے جاسکتے ہیں:

- حکومتی پالیسیوں اور طریقِ کار کا تسلسل برقرار رکھا جائے۔
- منتظمین کی حوصلہ افزائی کی جائے اور انہیں عزّت دی جائے۔
- منتظمین کے اختیارات میں براہ راست مداخلت نہ کی جائے۔

5.4. قانون کی بالادستی قائم رکھتے ہوئے بلا امتیاز قوانین نافذ کرنے کا اصول

سماجی معاملات کے سلسلے میں تعلیمات نبوی ﷺ کا بنیادی اصول یہ ہے کہ معاشرہ کے افراد برابر کے حقوق کے مالک ہوں اور ان کے درمیان تباہ کن اختلافات بالکل پیدا نہ ہوں اگر پیدا ہوں تو ترقی نہ کریں۔ آپ ﷺ نے اولاد آدم کے حقوق کیلئے مساوات کا اعلان کیا، قانون کی بالادستی قائم کی اور طاقتور اور کمزور کے لیے یکساں احکام نافذ کئے۔ رسول اللہ ﷺ نے سزا کو معاشرے میں نظم وضبط برقرار رکھنے کے ذریعہ کے طور پر استعمال کیا ہے۔ خوف وسزا کا محرک فرد کو منفی افعال سے باز رکھتا ہے۔ انسان کی عظمت اسی میں ہے کہ وہ سزا کے خارجی محرک کے بغیر درست طرز عمل اختیار کرے۔ قریش کے قبیلہ بنو مخزوم کی ایک خاتون فاطمہ بنت اسود سے چوری کا جرم سرزد ہو گیا. اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو معافی سزا کی سفارش کے لیے بھیجا گیا تو آپ ﷺ کا چہرہ انور متغیر ہو گیا اور فرمایا تم خدا کی مقرر کردہ حد کو معاف کرنے کی سفارش کرتے ہو اور پھر خطبہ ارشاد فرمایا۔

"ياأيّهاالنّاس إنّماضلّ من كان قبلكم انهم كانوااذاسرق الشريف تركواه واذاسرق الضعيف فيهم اقاموا عليه الحد وأيّم اللّه لوا ن فاطمة بنت محمدﷺ سرقت لقطعت يدها۔"[30]

"اے لوگو! تم سے پہلے لوگ اس وجہ سے گمراہ ہوئے کہ جب کوئی شریف زادہ چوری کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے اور اگر کوئی کمزور چوری کرتا تو اس پر حد نافذ کر دیتے، خدا کی قسم اگر فاطمہ بنتِ محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔"

عبد اللہ بن جبیر خزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک شاخ یا مسواک تھی جس سے ایک شخص کے پیٹ میں معمولی سی خراش آگئی تو اس نے کہا کہ "آپ ﷺ نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے اس لیے مجھے بدلہ لینے کی اجازت دیں۔ آپ ﷺ نے وہی شاخ اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے بدلہ لے لو، اس شخص نے آپ ﷺ کی ناف مبارک کا بوسہ لے کر چھڑی کو پھینک دیا اور عرض کیا رسول اللہ ﷺ میرا مقصد یہ تھا کہ ہم آپ ﷺ کے بعد ظالموں کی سرکوبی کر سکیں اور ان سے اپنا بدلہ لے سکیں۔"[31]

5.5. ہمہ گیر عدلِ اجتماعی کے قیام وبقاء کا سنہری اصول

دین اسلام کی اعلیٰ ترین قدر سماجی اور تمدنی انصاف ہے۔ اقامت دین کا اصل ہدف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ متوازن نظامِ عدل اجتماعی قائم کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے انسانی جسم کی فعالیت میں دل کے کردار کو مرکزی قرار دیا ہے اور اس کی درستگی پر پورے بدن کی اصلاح موقوف ہے، اسی طرح عدلِ اجتماعی کے قیام وبقاء کے لئے حکمرانوں اور ریاست کے بنیادی ڈھانچہ کی اصلاح ناگزیر ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے نظام عدل کو ایک وسیع اور ہمہ گیر نظام عدل اجتماعی کی شکل دی اور اسے مضبوط بنیادوں پر استوار کیا۔ قرآن حکیم میں آپ ﷺ کا مقصد بعثت ہی نظام عدل اجتماعی کا قیام بتایا گیا ہے۔

---

29 انظر: الواقدي ، محمد بن عمر، أبو عبد الله ،الردة مع نبذة من فتوح العراق وذكر المثنى بن حارثة الشيباني، المحقق:يحيى الجبوري ، دار الغرب الإسلامي، بيروت، 1990 م، ذِكْرُ خُرُوجِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ ،54/1۔

30 مسلم ،صحيح مسلم ،كتاب الحدود، باب قطع السارق الشريف ،رقم 4410

31 الموصلي،أبو يعلى أحمد بن علي بن المثُنى مسند أبي يعلى ،دار المأمون للتراث - دمشق 1404 – 1984، مسند عبدالله بن عمر ،رقم الحديث 5773۔

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ۔[32]

"ہم نے اپنے رُسولوں کو واضح نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا، اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں اور لوہا اتارا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کے لیے منافع ہیں یہ اس لیے کیا گیا ہے کہ اللہ کو معلوم ہو جائے کہ کون اس کو دیکھے بغیر اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔"

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ مذکورہ آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "انبیاء کرامؑ کے مشن کو بیان کرنے کے معاً بعد یہ فرمانا کہ ہم نے لوہا نازل کیا جس میں بڑا زور اور لوگوں کے لئے منافع ہیں، خود بخود اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہاں لوہے سے مراد سیاسی اور جنگی قوت ہے اور کلام کا مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو قیام عدل کی محض ایک اسکیم پیش کر دینے کے لئے مبعوث نہیں فرمایا تھا بلکہ یہ بات بھی ان کے مشن میں شامل تھی کہ اس کو عملاً نافذ کرنے کی کوشش کی جائے اور وہ قوت فراہم کی جائے جس سے فی الواقع عدل قائم ہو سکے، اسے درہم برہم کرنے والوں کو سزا دی جاسکے اور اس کی مزاحمت کرنے والوں کا زور توڑا جاسکے۔"[33]

اسلام کا نظام عدل روحانی اور مادی اقدار پر حاوی ہے اور دونوں کو ایک دوسرے سے ہم آہنگ کرکے نافذ کرتا ہے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی تنفیذ ایک مستحکم اور صالح ریاست کے قیام سے ہی ممکن ہے۔ عدل اجتماعی پر مبنی ایسا نظام قائم کرنا امت مسلمہ کی اجتماعی ذمہ داری ہے جو عوام الناس کو منظم و مربوط کرکے انہیں قرآن و سنت کے مطابق زندگی گزارنے کا ماحول فراہم کرے۔ منظم و مربوط معاشرے کے قیام کا خواب نظام تعلیم اور ذرائع ابلاغ کی اصلاح کے بغیر شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ منظم و مستحکم حکومت ہی عوام الناس میں نظم و ضبط پیدا کر سکتی ہے۔لہذا ضروری ہے کہ انتظامی عہدوں پر قابل، اہل، ایماندار اور باصلاحیت افراد کا انتخاب اور تقرر عمل میں لاکر قوانین کی عملی تنفیذ کی راہ ہموار کی جائے۔ اسلام نے معاشرتی نظم و نسق کی بنیاد مندرجہ ذیل الہامی اصول پر رکھی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ۔[34]

"اللہ تعالیٰ عدل واحسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی و بے حیائی اور ظلم و زیادتی سے منع کرتا ہے۔"

مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں تین ایسی باتوں کا حکم دیا گیا ہے جن پر انسانی معاشرے کی درستگی کا انحصار ہے۔ پہلی چیز عدل ہے جس کا مطلب لوگوں کے درمیان حقوق و فرائض میں توازن قائم ہو۔ دوسری چیز احسان ہے جس سے مراد نیک برتاؤ، خوش خلقی، درگزر، اور ایک دوسرے کا پاس و لحاظ رکھنا ہے، احسان معاشرے کا جمال اور اس کا کمال ہے جو اس میں خوش گواریاں اور شیرینیاں پیدا کرتا ہے۔ تیسری چیز صلہ رحمی ہے جو اعزہ و اقارب کے معاملے میں احسان کی ایک خاص صورت متعین کرتی ہے۔ عدل واحسان اور صلہ رحمی کو ایک لڑی میں پرو دیا جائے تو منظم و مربوط معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

انسانی تاریخ کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ ریاستوں کے استحکام کی بنیاد عدل و انصاف پر مبنی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ریاستوں کے قیام کا مقصد بھی عدل و انصاف کی فراہمی ہوتا ہے۔ عصر حاضر کے عدالتی نظام میں اصلاح کی بہت گنجائش موجود ہے۔ آج کے دور میں کئی سال تک مقدمات عدالتوں میں لٹکے رہتے ہیں۔ دادا کے دور میں دائر مقدمے کا فیصلہ پوتے کے دور میں ہوتا ہے۔ انصاف کے حصول کے لیے ہمارے ملک میں صبر ایوب، عمر نوح اور دولت قارون کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس صورتحال کی تبدیلی لازمی ہے۔ ایک مشہور مقولہ ہے کہ Justice delayed, Justice denied جس کا مطلب ہے انصاف میں تاخیر کرنا ناانصافی کے مترادف ہے۔

5.6. انسانی رویوں پر مثبت اثرات رکھنے والے پاکیزہ معاشرتی ماحول قائم کرنے کا اصول

معاشرتی ماحول انسان کو فکر و عمل کی دعوت دیتا ہے۔ انسان کو جس طرح کا ماحول میسر ہوتا ہے ویسا ہی انداز فکر اپنانے کی کوشش کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے خدا خوفی، احساس ذمہ داری، ایثار و قربانی اور صلہ رحمی پر معاشرے کی بنیاد رکھی۔ آپ ﷺ نے اخلاق حسنہ اور عفو درگزر پر جس معاشرے کی بنیاد رکھی اس

---

[32] القرآن (25:57)

[33] مودودی، ابو الاعلیٰ ،سید، تفہیم القرآن ، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، 2000ء،322/5

[34] القرآن (16:90)

کی اخلاقی اقدار معاصر سماجی ماہرین اور معاشرتی فلاح وبہبود کے اداروں کے لئے سنگ میل اور مشعل راہ ہے۔ آپ ﷺ کی منظم کوششوں سے ایسا پاکیزہ اور منظم معاشرہ وجود میں آیا کہ اگر کسی سے کوئی غلطی سرزد ہوگئی تو اس نے خود آکر اپنے آپ کو سزا کے لئے پیش کر دیا۔[35] اسلام میں بے حیائی پھیلانے سے منع کیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ [36]

"جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی پھیل جائے ان کیلئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔"

فلاحی ریاست کی تشکیل کے لئے ضروری ہے کہ حکومت اصلاح معاشرہ کیلئے سنجیدہ کوشش کرے اور معاصر ذرائع ابلاغ معاشرے کے پاکیزہ ماحول کو برقرار رکھنے میں حکومت کی معاونت کریں۔ مخلوط نظام تعلیم اور مخلوط محافل کی حوصلہ شکنی کی جائے تاکہ معاشرے میں تعلیمی انحطاط اور معاشرتی بحران پیدا نہ ہو سکے۔ عوام الناس میں سماجی شعور پیدا کیے بغیر معاشرے میں سماجی نظم وضبط کے ماحول کو پروان نہیں چڑھایا جا سکتا۔ عوام الناس کو نظم وضبط کا پابند بنانے کے لیے ان کی اخلاقی تربیت کا اہتمام کیا جانا چاہئے۔ اخلاقی تربیت کا مسئلہ ایک ریاست کے بنیادی مسائل میں سے ہے اور یہ تربیت نظام تعلیم میں اصلاح کے ذریعے ہو سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرض منصبی اور مقصد بعثت ہی اخلاقیات کی تکمیل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "کامل مومن وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو، اور مجھے اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔"[37]

5.7. احساس ذمہ داری اور حقوق وفرائض کی ادائیگی کا اصول

شریعت اسلامیہ میں حقوق وفرائض کے تعین میں توازن رکھا گیا ہے، لیکن اصل توجہ اور زور فرائض کی ادائیگی پر دیا گیا ہے، اس لئے کہ ادائیگی فرض کا احساس وشعور انسان میں مثبت اور تعمیری انداز فکر پیدا کرتا ہے جو معاشرہ کی تعمیر واصلاح اور وحدت ویکجہتی کے لئے بہت ضروری ہے۔ تعلیمات نبوی ﷺ کا ماحاصل یہ ہے کہ فرض کی ادائیگی عظیم امانت ہے اور کوئی شخص اس امانت سے دست بردار نہیں ہو سکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "جس شخص کو اللہ تعالیٰ رعیت کی نگہبانی سپرد کرے اور وہ بھلائی اور خیر خواہی کے ساتھ نگہبانی نہ کرے تو وہ بہشت کی مہک بھی نہ پائے گا۔"[38] عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ:

"قال رسول اللهﷺأ لَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَالْأَمِيرُالَّذِى عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَہُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَہْلِ بَيْتِهِ وَہُوَ مَسْئُول عَنْہُمْ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ بَعْلِہَا وَوَلَدِهِ وَہِيَ مَسْئُولَةٌعَنْہُمْ وَالْعَبْدُرَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَہُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ أَلَافَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ"[39]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص اپنے زیر دستوں کا راعی اور نگہبان ہے ہر شخص سے اس کی ماتحت رعیت کی بابت باز پرس ہوگی۔ امام، خلیفہ، حاکم اور امیر سے جو اپنے علاقہ کے لوگوں کا نگہبان و راعی ہے اسکی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا اور غلام جو اپنے آقا کے مال کا محافظ ہے اس سے اس کی بابت پوچھا جائے گا۔ خبردار تم میں سے ہر شخص سے متعلقہ امور کی باز پرس ہوگی۔ "

مرکزیت کا فقدان ہی تمام تر معاشرتی بگاڑ اور سماجی برائیوں کا اصل باعث ہوتا ہے۔ منتشر اور غیر منظم افراد کی اصلاح کے لئے کسی قانون کے نفاذ اور کسی انتخابی ہنگامہ آرائی کی نہیں بلکہ انہیں مناسب خطوط پر منظم کرنے اور تربیت دینے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ یہ ایک قوم بن کر قومی نقطہ نظر سے سوچنے کے قابل ہو سکیں۔ پورا عالم اسلام بالخصوص پاکستان میں اجتماعیت اور نظم وضبط کا فقدان ہے۔ ٹریفک قوانین کی خلاف ورزی معمول کی بات ہے، قطار اور انتظار کے ہم قائل ہی نہیں، شور شرابا بھی ہمیں بہت پسند ہے، عوام الناس کے اعصاب متاثر ہوتے ہیں تو ہوتے رہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مسلمان تو وہ ہے جس کے ہاتھ اور

---

[35] أبو داودسليمان بن الأشعث،سنن أبي داود،كِتَاب الْحُدُودِ،بَابٌ فِي السَّتْرِ عَلَى أَهْلِ الْحُدُودِ،رقم الحديث 4377 ؛ الطبراني،سليمان بن أحمد،المعجم الكبير،رقم الحديث 5191، عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ،عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ،235/5

[36] القرآن (19:24)

[37] أبو محمد عبد الله بن وهب،الجامع في الحديث لابن وهب،دار ابن الجوزي الرياض،1995 م،رقم الحديث 484

[38] البخارى،صحيح البخارى،ىَتَابُ الْأَحْكَامِ،بَابُ مَنِ اسْتُرْعِيَ رَعِيَّةً فَلَمْ يَنْصَحْ،رقم الحديث 7150

[39] البخارى،صحيح البخارى،ىَتَابُ الْأَحْكَامِ،بَابُ مَنِ اسْتُرْعِيَ رَعِيَّةً فَلَمْ يَنْصَحْ،رقم الحديث 7150

زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔"[40]موجودہ صورتحال یہ ہے کہ قدم قدم پر عوام الناس کے جائز حقوق پامال یا سلب کئے جارہے ہیں۔ کہیں اس کی حکومت ذمہ دار ہے تو کہیں معاشرہ۔ آپ ﷺ نے تین بار قسم اٹھا کر فرمایا:

"وَاللَّهِ لاَيؤْمِنُ،وَاللَّهِ لاَيؤْمِنُ،وَاللَّهِ لاَ يؤْمِنُ، قِيلَ: وَمَنْ يا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: الَّذِي لاَ يأْمَنُ جَارُهُ بَوَايقَهُ" [41]

"اللہ کی قسم وہ شخص مسلمان نہیں، اللہ کی قسم وہ شخص مسلمان نہیں، اللہ کی قسم وہ شخص مسلمان نہیں، دریافت کیا گیا: یارسول اللہ! کون؟فرمایا:وہ شخص جس کی شرارتوں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہیں۔"

جس قوم کے افراد میں اجتماعیت اور نظم وضبط نہیں وہ سرے سے قوم ہی نہیں رہتی۔ نظم وضبط اور اجتماعیت سے عوام الناس میں باہمی اعتماد پیدا ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے غیر منظم معاشرے کو سدھارنے کے لئے انسانوں کی خود سری کو ختم کرکے انہیں اطاعت سکھائی اور عوامی سوچ کا رُخ انفرادیت سے ہٹا کر اجتماعیت کی طرف موڑ دیا۔ عوام کو ان کے حقوق وفرائض سے آگاہ کرنے کے ساتھ انہیں معاشرتی آداب سکھائے اور پھر جب ان تربیت یافتہ عوام کی حکومت قائم ہوئی تو انسانی معاشرہ عدل وانصاف کی خوش گواریوں سے جھلک اٹھا۔ منظم ومربوط معاشرتی نظام کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ ہر فرد احساس ذمہ داری کے ساتھ اپنے حقوق وفرائض ادا کرے۔

5.8. مذہبی رواداری اور اعتدال پسندی کا اصول

رسول اللہ ﷺ نے عوام الناس کو نہ صرف مذہبی وسیاسی آزادی کا حق دیا بلکہ اجتماعی معاملات میں شوریٰ کا طریقہ وضع کیا گیا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں اور مدینہ کے دیگر قبائل کے مابین جو معاہدہ (میثاق مدینہ) کیا اس میں تمام قبائل کو نہ صرف مذہبی اور سیاسی آزادی دی بلکہ آخر وقت تک اس معاہدے کا پاس بھی رکھا۔[42]آپ ﷺ نے ایسا منظم معاشرہ قائم کیا جس سے بلا تخصیص مذہب وجنس سب فیض یاب ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک پادری نے اپنے ایک دوست کے نام خط لکھا کہ:

"یہ طائی یعنی عرب جنہیں خدا نے آج کل حکومت عطا فرمائی ہے اور یہ ہمارے مالک بن بیٹھے ہیں لیکن اس کے باوجود یہ لوگ عیسائی مذہب سے بالکل برسرپیکار نہیں ہیں بلکہ اس کے برعکس یہ ہمارے دین کی حفاظت کرتے ہیں اور ہمارے گرجاؤں اور کلیساؤں کو جاگیریں عطا کرتے ہیں۔" [43]

رسول اللہ ﷺ نے بحیثیت حکمران دیگر قبائل اور اقوام سے جو معاہدات کئے وہ آپ ﷺ کی سیاسی بصیرت اور معاملہ فہمی کی ایسی تاریخی دستاویز ہیں جن سے مذہبی رواداری، احترام آدمیت، تحمل وبردباری اور برداشت کا پتہ چلتا ہے۔ انسانی رواداری کی ایسی ہی تاریخی دستاویزات میں سے ایک وہ معاہدہ بھی ہے جو آپ ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کے ساتھ کیا۔ آپ ﷺ نے تحریر فرمایا کہ:

"نجران اور اس کے اطراف کے باشندوں کی جانیں، مذہب، زمینیں، اموال، غائب وحاضر، قافلے، قاصد اور مورتیں سب اللہ کی امان اور اس کے رسول کی ضمانت میں ہیں۔ ان کی موجودہ حالت میں کوئی تغیر نہیں کیا جائے گا۔ نہ ان کے حقوق میں دخل اندازی کی جائے گی اور نہ مورتیں بگاڑی جائیں گی۔ کوئی پادری اپنی پادریت سے، کوئی اسقف اپنی اسقفیت سے، کوئی راہب اپنی راہبانیت سے اور کنیسہ کا کوئی منتظم اپنے عہدے سے نہیں ہٹایا جائے گا۔ جب تک وہ لوگ مسلمانوں کے خیر خواہ رہیں گے ان کے ساتھ جو شرائط طے کی گئی ہیں ہم ان کی پابندی کریں گے اور ان کو ظلماً کسی بات پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔"[44]

مذکورہ شرائط اس سندنامے کی ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے عیسائیوں کو عطا کی تھی۔ سیاسی ومذہبی سطح پر حریت اور آزادئ ضمیر سے متعلق یہ ایک ایسی وقیع اور عظیم الشان یادگار ہے جو نہ صرف قرون اولیٰ میں معاشرتی نظم وضبط کے قیام وبقاء کا سبب بنی بلکہ موجودہ دور میں بھی اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے نظم وضبط

---

40 ایضاً ،كِتَابُ الإِيمَانِ،بَابٌ :المُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ المُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيدِهِ،رقم الحديث10

41 ایضاً ، كِتَابُ الأَدَبِ، بَابُ إِثْمِ مَنْ لاَ يأْمَنُ جَارُهُ بَوَايقَهُ،رقم الحديث6016

42 دیکھئے : السيرة النبوية ،لابن ہشام،۲/۹۵، المكتبة الشاملة

43 قریشی، عتیق الرحمن، افکار معلم، مذہب، معاشرتی امن اور انسانی رواداری، ص۴۸، ستمبر ۲۰۱۲،

44 محمد مسعد ياقوت، نبی الرحمة، الزہراء للإعلام العربی،الطبعة الأولى 2007 ، القاہرة ،ص ۱۱۲۔

قائم کیا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے منظم و مربوط معاشرے کی مثال سمندر میں رواں ایسی کشتی سے دی ہے جس میں سوار ہر شخص اس کی سلامتی کا ذمہ دار ہے اور کسی کو انفرادی آزادی کے نام پر اپنی جگہ پر سوراخ کر دینے کا حق نہیں ہے۔[45]

اس تمثیل میں بڑی عمدگی کے ساتھ یہ بیان کیا گیا ہے کہ فرد اور جماعت دونوں پر ایسے حالات میں کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے افراد کے مفادات و مصالح کے باہم مربوط اور ایک دوسرے پر منحصر ہونے کی ایسی عمدہ اور اچھوتی تصویر پیش کی ہے جو اس انفرادیت پسندانہ طرز فکر کے مقابلے میں پیش کی گئی ہے۔

6. خلاصہ بحث

انسانی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا میں مختلف ادوار میں بے شمار عظیم الشان سلطنتیں قائم کرنے والے حکمران، جنگجو فاتحین اور مختلف مذاہب کے بانیان آتے رہے ہیں جن کے کارناموں کے پیدا کردہ نتائج کے اثرات زندگی کے صرف ایک گوشے پر جزئی قسم کے نظر آتے ہیں۔ یہ شرف صرف حضرت محمد ﷺ کو حاصل ہے۔ آپ ﷺ نے انسانی اجتماعی نظام کو مسجد سے بازار، مدرسہ سے عدالت، گھریلو معاملات سے بین الاقوامی امور سمیت زندگی کے ہر گوشے اور زاویے کی طرف رہنمائی کے ایسے سنہری اصول عطا فرمائے جو ہر خیر و فلاح کی سو فیصد ضمانت فراہم کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے رسوم و رواج، حقوق و فرائض کی تقسیمیں، خیر و شر کے معیارات، حلال و حرام کے پیمانے، اخلاقی اقدار، جنگ و صلح کے قانون اور معیشت و تمدن کے اطوار بدل کر انسانیت کو حیاۃ ثانیہ عطا فرمائی۔

ریاست مدینہ کا قیام ایسے وقت میں ہوا جب پوری انسانی دنیا پر تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ مصر، ہندوستان، بابل، نینوا، یونان اور چین میں انسانی تہذیب کی شمعیں بجھ چکی تھیں۔ خود جزیرہ عرب میں عاد و ثمود کے ادوار میں سبا، عدن اور یمن کی سلطنتوں کے زیر سایہ پروان چڑھنے والی تہذیب اپنا وجود کھو چکی تھی۔ قریش مکہ نے مشرکانہ مذہب کے ساتھ کعبہ کی مجاوری کا کاروبار چمکایا ہوا تھا۔ بنی نوع انسان خواہش پرستی کا شکار ہو کر درندوں اور جانوروں جیسی زندگی گزار رہے تھے۔ ان حالات میں حضور اکرم ﷺ تن تنہا عظیم تبدیلی کا پیغام لے کر آتے ہیں اور انسانیت کی ڈوبتی کشتی کے لیے سہارے کا باعث بنتے ہیں۔ ظلم و ستم کی چکی میں پسنے والی انسانیت کے لیے سکون و اطمینان کی نوید لاتے ہیں۔ روم و ایران جیسی دوہری طاقتوں کے پیدا کردہ بحران کے خاتمے کے لیے ایک ایسی تیسری طاقت ریاست مدینہ کا قیام عمل میں لاتے ہیں جس کے سنگِ میل کو عبور کرنا ان کے لئے ممکن نہ تھا۔

فلاحی ریاست سے مراد ایک ایسی ریاست ہے جو تمام انسانوں کے مذہبی، گروہی، لسانی اور نسلی امتیاز کے بغیر یکساں حقوق کی محافظ ہو۔ فلاحی ریاست نہ تو خود حقوق انسانی پامال کرتی ہے اور نہ کسی طاقتور کو سلب کرنے کا اختیار دیتی ہے۔ فلاحی ریاست ایک ماں جیسا درجہ رکھتی ہے جس میں بسنے والے تمام انسانوں کو بلا امتیاز ریاست کی آغوش میں پناہ لینے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ فلاحی ریاست اعلیٰ اخلاقی ستونوں پر قائم ہوتی ہے کیونکہ قوموں کا عروج و زوال اخلاقیات پر منحصر ہوتا ہے جو قومیں اخلاقی اعتبار سے جتنا زیادہ بلند ہوں گی اتنا ہی دنیا میں ان کا وقار اونچا ہو گا اور اخلاقی لحاظ سے جتنی کمزور ہوں گی اتنا ہی پستی اور ذلت میں ڈوبی ہوئی ہوں گی۔ اسلام نے اعلیٰ اخلاقیات کو حقوق العباد کے ساتھ جوڑ دیا ہے کیونکہ دین اسلام میں انسانیت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

اسلامی تاریخ میں بنیادی انسانی حقوق کے وضع کرنے کی مثالیں میثاق مدینہ اور حجۃ الوداع کے موقع پر ملتی ہیں۔ میثاق مدینہ کو اسلامی دنیا کا پہلا تحریری دستور بھی کہا جاتا ہے جو ہجرت مدینہ کے تقریباً چھ ماہ بعد پانچ طبقوں کے درمیان ہوا تھا۔ پہلا طبقہ خود محمد ﷺ دوسرا دوسرا مکہ کے مہاجر صحابہ کرام، تیسرا مدینہ کے انصار صحابہ کرام چوتھا مدینہ کے یہودی اور پانچواں مدینہ کے عیسائی اور غیر مسلم لوگوں پر مشتمل تھا۔ اس معاہدہ کی رو سے فکر و خیال کی آزادی اور اہل مدینہ کی حفاظت سمیت بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ ممکن ہو گیا۔ اس دستوری معاہدہ کو حضور اکرم ﷺ کی سیاسی بصیرت اور قائدانہ مہارت کی عمدہ مثال قرار دی جاتی ہے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا اسے بجا طور پر انسانی حقوق کا چارٹر کہا جا سکتا ہے۔ جس میں آپ ﷺ نے اطاعت الٰہی، اطاعت امیر، تحفظ جان، تحفظ مال، تحفظ عزت، مساوات، عورتوں اور غلاموں کے حقوق کے علاوہ حرمت سود کے متعلق ارشادات فرما کر انسانی عظمت کو اجاگر کرتے ہوئے یہ ثابت کر دیا کہ کوئی ریاست بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کے بغیر فلاحی ریاست کا درجہ حاصل نہیں کر سکتی۔

آج بنیادی انسانی حقوق کا راگ الاپنے والی حکومتیں اور تنظیمیں تو بے شمار نظر آتی ہیں لیکن جہاں بنیادی انسانی حقوق کی پامالی ہو رہی ہو وہاں ان کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں۔ فلسطین، کشمیر، شام، افغانستان اور عراق میں یہ صورتحال ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ قانون فطرت ہے کہ جو شخص دنیا کے لیے جتنی محنت کرتا

---

[45] صحیح البخاری، کتاب الشرکة ،بَاب هَلْ يُقْرَعُ فِي الْقِسْمَةِ، رقم الحدیث2493

ہے اتناہی اسے دنیا میں ترقی دی جاتی ہے اگرچہ آخرت میں اس کے لیے کچھ بھی حصہ نہ ہو۔ مغربی ممالک نے باہمی دیانتداری کو اپنا کر ترقی کو پالیا جبکہ مسلمانوں نے اسے چھوڑ دیا جس کی وجہ سے انہیں ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ اکثر اسلامی ملکوں کے سربراہان سمیت متعدد اعلیٰ عہدے داروں پر کرپشن کے الزامات سامنے آئے ہیں جبکہ یہ سرکاری وسائل ان کے ہاتھوں میں قوم کی امانت تھے جن کے تحفظ کی ذمہ داری ان پر عائد ہوتی تھی۔ اگر کسی کے پاس کوئی حکومتی منصب ہے تو وہ پھولوں کی سیج نہیں بلکہ ذمہ داری کا ایک پھندہ ہے۔

فلاحی ریاست کے ذمہ داروں کو چاہیے کہ وہ اسراف کی بجائے اعتدال کی راہ اختیار کریں۔ شریعت اسلامیہ میں فضول خرچی سے بچنے کا مزاج پیدا کرنے کیلئے یہاں تک فرمایا گیا کہ اگر بہتے دریا یا ندی پر وضو کر رہے ہو تو پھر بھی پانی کے استعمال میں اسراف نہ کرو کیونکہ جب کسی قوم کا مزاج چیزوں کو بلا ضرورت خرچ کرنے کا بن جاتا ہے تو پھر بہتے دریا بھی ناکافی ہو جاتے ہیں۔ ہر شہری قومی وسائل کو بہتر طریقے سے سوچ سمجھ کر خرچ کرے اور قومی دولت کو ضائع ہونے سے بچائے۔ عہد شکنی، چوری، دھوکہ، دہشت گردی، کرپشن، ملاوٹ اور قتل وغارت گری کفر کا شیوہ تو ہو سکتا ہے اسلام اور مسلمانوں کا نہیں۔ موجودہ دور سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور شمار ہوتا ہے۔ مسلم امہ کا فرض ہے کہ وہ اپنی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کرتے ہوئے سائنس اور ٹیکنالوجی میں مہارت حاصل کر کے عظمت اسلاف کی تصویر بن جائے۔ انسانی زندگی مسلسل جدوجہد کا نام ہے۔ کوشش سے انسان ناممکن کو ممکن بنا سکتا ہے۔ فلاحی ریاست کے قیام کے لیے ہر شہری کو ریاست کی ترقی میں اپنا کردار ادا کرتے ہوئے معاشرے میں پائی جانے والی ہر برائی اور خرابی کے تدارک کے لیے کوشش کرنی ہوگی۔

وطن پاکستان وہ خداداد سلطنت ہے جسے قائداعظم محمد علی جناحؒ نے برطانوی طاغوت اور ہندو سامراج کی شدید مخالفت کا سامنا کرتے ہوئے تائید خداوندی سے 14 اگست 1947ء کو قائم کیا۔ تحریک آزادی کے دوران بابائے ملت نے ایک برطانوی نمائندے کے سوال کہ پاکستان کب معرض وجود میں آئے گا کے جواب میں فرمایا کہ پاکستان تو اس وقت معرض وجود میں آ گیا تھا جب برصغیر میں پہلے ہندو نے اسلام قبول کیا تھا۔[46] دنیا میں اسلام کے نام پر صرف دو ریاستیں قائم ہوئی ہیں۔ ایک ریاست مدینہ اور دوسری ریاست پاکستان۔ ریاست مدینہ کی پہچان اسلام ہے اور پاکستان کی پہچان بھی اسلام ہے۔ وہی اولین اسلامی ریاست پاکستان کی آئیڈیل ہے۔ قائداعظمؒ نے ہمیشہ ریاست مدینہ کو پیش نظر رکھا۔ ایک انگریز صحافی کے سوال پر کہ پاکستان کا دستور کیا ہوگا آپؒ نے کہا کہ پاکستان کا دستور تو چودہ صدیاں قبل وجود میں آ چکا ہے اور وہ ہے قرآن مجید۔[47]

ریاست مدینہ اپنے وقت کی واحد ریاست تھی جس نے اسلام کا دفاع کیا اور ریاست پاکستان اس وقت ستاون اسلامی ممالک میں سے واحد ایٹمی صلاحیت کی حامل ریاست ہے۔ جو تمام اسلامی ممالک کے درمیان دفاعی لحاظ سے اہم حیثیت رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ارض پاکستان تمام مسلمانوں کے ہاں حرم کی مانند عزیز ہے۔ یہ ملک صرف ہمارا فکری اور عملی سرمایہ نہیں بلکہ عالم اسلام کی آنکھوں کا نور ہے۔ یہ ملک عطا کر کے اللہ تعالیٰ نے عالم اسلام کے فرزندان توحید کو شوکت ایمانی کا ایک عظیم قلعہ عطا فرمایا ہے۔ حق تو یہ تھا کہ ریاست پاکستان کو ریاست مدینہ کی طرز پر چلاتے ہوئے اسلامی شان وشوکت کا گہوارہ بنایا جاتا لیکن بدقسمتی سے قائداعظمؒ کی وفات کے بعد آنے والے اکثر حکمرانوں نے اسلام اور پاکستان کے نام کو ذاتی نفع کے حصول میں استعمال کیا۔ نفاذ اسلام کے لیے عملی اقدامات کا مظاہرہ نہ کیا۔ موجودہ حکومت اس لحاظ سے مبارک باد کی مستحق ہے کہ اس نے نفاذ اسلام کے لیے عملی جدوجہد کے آغاز کے ساتھ ریاست پاکستان کو ریاست مدینہ کی طرز پر چلانے کا اعلان کیا ہے۔ ہر محب وطن شہری کی یہ دلی تمنا اور دعا ہے کہ پاکستان اسلامی شان وشوکت کا ایسا قلعہ بن جائے کہ جسے دیکھتے ہی اسلامی شوکت رفتہ کی واپسی کا یقین ہو جائے۔

جس طرح ستاروں کی روشنی سے آسمان جگمگا اٹھتا ہے اسی طرح افراد کی ترقی سے معاشرہ ترقی کا روپ دھار لے گا۔ مذکورہ بالا تمام اقدام نئے پاکستان کی بنیاد میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ آج کل یہ عذر پیش کیا جاتا ہے کہ جب تک پورا نظام نہیں بدلے گا اکیلا آدمی کچھ نہیں کر سکتا۔ اگر ہر شہری اپنی جگہ یہی سوچتا رہے تو پھر معاشرہ کبھی نہیں بدلے گا۔ بعثت نبوی ﷺ کے وقت معاشرتی خرابیاں اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھیں۔ اگر نعوذ باللہ آپ ﷺ ہمت ہار کر بیٹھ جاتے تو آج دنیا میں مسلمانوں کا نام ونشان نہ ہوتا۔ آپ ﷺ نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ جب کوئی بندہ خدا فرد ہو کر اپنی زندگی میں تبدیلی لاتا ہے تو پھر اس چراغ کو دیکھ کر دوسرا چراغ، دوسرے سے تیسرا چراغ اور یوں افراد کے بدلنے سے معاشرہ بدل جاتا ہے۔

---

46 محمد اکرم رضا، پروفیسر، انعام یافتہ تقریریں، ص99، مکتبہ حنفیہ گنج بخش روڈ، لاہور، 2009ء

47 ایضاً، انعام یافتہ تقریریں، ص101

7. تجاویز وسفارشات

- فرد معاشرے کی بنیادی اکائی ہے جس کی درستگی معاشرے کی اصلاح ہے۔ہر فرد دوسروں کی اصلاح کرنے کے بجائے اپنی اصلاح کرے تاکہ جب قومی قیادت کے انتخاب کا مرحلہ آئے تو صالح افراد منتخب ہو کر قومی قیادت کا فریضہ سر انجام دیں۔
- افراد کے ذہنوں میں خدا کا صحیح تصور اور عقیدۂ آخرت کی اہمیت پر زور دیا جائے۔ تاکہ لوگ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے افعال میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کے تصور کو مردہ نہ ہونے دیں اور صحیح نصب العین اور اعلیٰ وارفع اقدارِ حیات کے حصول کی خاطر کوشاں رہیں۔
- دورِ حاضر میں ذرائع ابلاغ عوامی رجحانات کو بدلنے اور نیا رخ دینے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں لہذا ان ذرائع کے ذریعے دینی اقدار اور اسلامی طرزِ حیات کی تفہیم کو فروغ دینے کی کوشش کی جائے اور معاشرے کا اجتماعی شعور بیدار کیا جائے۔
- امت مسلمہ کا صالح عنصر مجتمع ہو جائے اور اس کا اپنا ذاتی اور اجتماعی رویہ خالص راستبازی، انصاف، حق پسندی، خلوص اور دیانت پر قائم ہو جائے تو منظم نیکی کے سامنے منظم بدی اپنے لشکروں کی کثرت کے باوجود شکست کھا جائے گی۔
- اصلاح معاشرہ کے لئے مسجد کو مرکزی حیثیت دی جائے اور مسجد کی دینی اور سماجی حیثیت کو اجاگر کیا جائے۔ عوام الناس مسجد سے اپنا تعلق مضبوط کرے اور ان میں پورے معاشرے پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت پیدا کی جائے۔
- معاشرے کے اجتماعی شعور اور انفرادی تشخص کے ارتقاء کا دارومدار تعلیمی اداروں پر ہوتا ہے۔مناصب کے ذمہ دارانہ استعمال سے متعلق تعلیمات نبوی ﷺ کو پرائمری سے لیکر اعلیٰ ترین سطح تک تعلیمی نصاب میں شامل کر کے نصاب تعلیم کو قومی امنگوں سے ہم آہنگ کیا جائے۔
- انتخابات کے طریقہ کار میں اصلاحات اور دستور کے آرٹیکل باسٹھ، تریسٹھ پر سختی سے عمل درآمد کرنے کی اشد ضرورت ہے
- قومی قیادت کے مقدس فریضہ میں بددیانتی بدعنوانی کے مرتکب افراد کو سخت اور فوری سزا دی جائے۔اس مقصد کے لئے مؤثر قانون سازی اور قومی ادارۂ محتسب کے کردار کو مؤثر بنانے اور اس کی تشکیل نو کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے۔
- امت مسلمہ کے قائدین کو اقوام متحدہ میں مؤثر کردار ادا کرنے کے لئے پالیسی وضع کرنے کی اشد ضرورت ہے۔
- پاکستان میں معاشرتی اصلاح مخلص قیادت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ مروّجہ ناقص جمہوری نظام کی بدولت صالح قیادت کا قانون ساز اداروں میں پہنچنا تقریباً ناممکن ہے۔پاکستان میں جمہوریت کی بجائے جمہوری رویہ اپنانے کی ضرورت ہے۔